ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

ڈاکٹر آصف جاہ کاروانیؔ۔حیدر آباد کے ایک گمنام شاعر،ادیب اور محقق

۱۔عبدالقدوس حسن راشد

صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد

۲۔ڈاکٹر شفیق احمد شاہانی

صدر شعبۂ سندھی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد

۳۔رخسانہ جعفر

پی ایچ ڈی اسکالر، جامعۂ سندھ، جام شورو

ABSTRACT

Professor Dr. Asif Jah Karwani had been a very prominent figure who initiated his literary journey as a student of linguistics and literature and had been into continuous endeavors for entire life as teacher, researcher, compiler and a government officer. He had served as a government teacher in Sindh and Punjab and had also rendered his services as principal. He had deeply researched on Iqbaliat and published in the magazines like "Shuaae Urdu" "Phuleli" and "Almeerwah". He did his remarkable work on Iqbal's philosophy of "Khudi" and wrote a book and several articles on this. In 1955, he did his PhD under the supervision of Dr. Aijaz Hussain Aijaz on "Iqbal's philosophy of "Khudi". He started his poetic journey with the pen-name of Karwan. He had also been the first chairperson of the Urdu Department at a historical institution of Hyderabad - Government College, Hyderabad established in 1917. And this institution has now been upgraded as the first university of Hyderabad as Government College University Hyderabad (GCUH).Dr.Karwani had also been at various government administrative posts. He spent the most of his life in Hyderabad, Sindh and passed away there. The personality of Dr. Asif Jah Karwani having several aspects to explore had been unknown to any literary works and neither his work had been under discussion in any literary gating's except his introduction. In this regard, this article in order to fill the dearth of his personality and work puts a little spotlight to discover his work and recognize his contribution accomplished in Urdu language and literature .

Keywords: Karwani, Dr. Aijaz Hussain Aijaz -Unknown-Poet-Literate -Iqbaliat-Phuleli-Almirwah-Government College Hyderabad.

کلیدی الفاظ: کاروانی۔ڈاکٹر اعجاز حسین اعجاز۔گمنام۔شاعر۔ادیب۔اقبالیات۔ پھلیلی۔المیر واہ۔گورنمنٹ کالج۔حیدر آباد

ملخص

پروفیسر ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی(۱۹۱۸۔۷۸ء)اردو زبان وادب کی ایک اہم شخصیت تھی جنھوں نے زبان وادب کے طالب علم کی حیثیت سے ادبی سفر شروع کیااور معلم، محقق، مصنف، مؤلف، شاعر اور اعلیٰ سرکاری افسر کی حیثیت سے ایک جہد مسلسل کی طرح زندگی گزاری ہے۔سندھ اور پنجاب کے سرکاری کالجوں میں بحیثیت معلمِ اردو اور صدرِ مدرس تعنیات رہے۔اقبالیات پر تحقیقی نوعیت کا کام کیا۔''شعاعِ اردو''، ''پھلیلی''، ''المیر واہ''جیسے مجلات میں ادارتی فرائض سرانجام دیے۔''اقبال کے فلسفۂ خودی''پر کتاب تصنیف کی اور مضامین کے متعدد مجموعوں کو مرتب کیا۔الہ آباد یونی ورسٹی سے ۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر اعجاز حسین اعجاز(ڈی لٹ) کی زیر نگرانی''اقبالیات کے فلسفۂ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

خودی'' پر پی ایچ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ شاعرانہ زندگی کا آغاز کیا تو کارواں کے تخلص سے شاعری کی۔ حیدر آباد کی تاریخی درس گاہ گورنمنٹ کالج حیدر آباد (قائم شدہ: ۱۹۱۷ء) میں پہلے صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اب یہ درس گاہ حیدر آباد سندھ کی پہلی پبلک سرکاری جامعہ ''گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد'' ہے۔ ڈاکٹر کاروانی انتظامیہ کے اعلیٰ سرکاری منصب پر بھی متمکن رہے ہیں۔ زندگی کا بیشتر حصہ حیدر آباد سندھ میں بسر میں کیا اور یہیں انتقال کیا۔ ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کی شخصیت متعدد ادبی پہلوؤں کی حامل ہونے کے باوجود تاحال گوشہ گمنامی میں تھی حیدر آباد سندھ کے کسی ادبی تذکرے میں ان کا ذکر ہے نہ ادبی محافل میں ان کے نام کے علاوہ کوئی تفصیل سننے کو ملتی ہے اس مقالے میں اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کی شخصیت کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کے آباؤاجداد محمد بن قاسم کے ساتھ برصغیر میں آئے تھے پہلے ہندوستان میں جالندھر میں سکونت پذیر ہوئے۔ انگریز دور میں یہاں سے دیہہ ۱۴۹ ڈگری سندھ میں چلے آئے اُس وقت یہاں کی زمینیں کاشت کاری کے لیے دی جارہی تھیں یہیں ۵ جون ۱۹۱۸ء کو ایک زمیں دار گھرانے میں کاروانی پیدا ہوئے۔ والدین نے سمیع اللہ نام رکھا تھا۔ والد تعلیم کے خلاف تھے اس لیے حصول تعلیم کے لیے آصف جاہ کا نام اختیار کر لیا، شاید نظامِ دکن سے متاثر تھے۔ آبائی کی علاقے کی نسبت حیدر آباد (سندھ) ایک بڑا شہر تھا اس شہر میں ابتدائی دینی و عصری تعلیم حاصل کی۔ میٹرک اور اس کے بعد کی تعلیم ڈی جے سندھ کالج کراچی سے حاصل کی اس وقت مٹھارام ہاسٹل میں رہتے تھے۔ ایم اے اردو اور ایم اے انگریزی ادب اور فلسفے میں بمبئی یونی ورسٹی سے کیا۔[۲] قیاس ہے کہ ایک سے زائد ایم اے کیے ہوں اردو ادب میں پی ایچ ڈی الہ آباد یونی ورسٹی سے ۱۹۵۵ء میں ''اقبال کا فلسفۂ خودی'' پر کی۔

ملازمت

کاروانی ایک خاندانی رئیس تھے زمینداری آبائی پیشہ تھا چوں کہ پڑھنے لکھنے کا بے حد شوق تھا اپنی تعلیمی ضروریات کے لیے ابتدا میں چارپائی بننے جیسا معمولی کام کیا، دوران تعلیم کراچی میں لیکچرر شپ ملی، پہلی تعیناتی ہی مادرِ علمی ڈی جے کالج کراچی میں ۱۹۴۹ء میں ہوئی] محمودہ رضویہ کے مجموعۂ مضامین ''لالہ زار'' کے سرورق پر مرتب میں آصف جاہ کاروانی۔ ایم۔ اے تحریر ہے اور اسی نسخے کے پیش لفظ میں اختتام میں ڈی جے۔ سندھ کالج کراچی ۱۹۴۲ء درج ہے یعنی کاروانی اُس وقت ایم اے پاس تھے اور لیکچرر بننے کے قابل تھے اور لیکچرر ہوں گے اس سلسلے میں ایک قیاس یہ بھی درست ہوگا کہ ان کی تاریخ پیدائش ۵ جون ۱۹۱۸ء کی ہے اس لحاظ سے کاروانی ۱۹۴۲ء میں ۲۴ سال کے ہوں گے۔ [یہ وہاں تعینات تھے کہ انڈین رائل نیوی نے ۱۹۴۶ء میں بغاوت کی جس میں دو سو سے زائد جہازوں اور ان کا مقامی عملہ شریک تھا اس سے متاثر ہوئے یہ ایک قوم پرست، سیکولر اور انقلابی شخص تھے اس وقت ان کی رہائش سعید منزل کراچی میں تھی۔ تقسیم ہند کے دوران میں نامعلوم افراد نے اس پر قبضہ جمالیا۔ اس بغاوت کی حمایت صرف کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا نے کی تھی کشیدہ حالات کے سبب کراچی سے حیدر آباد چلے آئے اور حیدر آباد کی تاریخی درس گاہ گورنمنٹ کالج حیدر آباد (اب گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد) میں ۱۹۴۹ء میں تبادلہ ہو کر آئے اور ۱۹۵۶ء تک پہلا صدر شعبہ بننے کا اعزاز حاصل کیا۔] شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج حیدر آباد کے نصب بورڈ پر ان کا عرصۂ صدارت ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک درج ہے۔ [گورنمنٹ کالج شکارپور میں ۱۹۵۷ء میں تبادلہ ہوا اور ۵۸۔۱۹۵۷ء میں بانی پرنسپل گورنمنٹ کالج دادو رہے۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۹ء سے ۲۰ اگست ۱۹۶۳ء تک گورنمنٹ انٹر کالج مظفر گڑھ کے پرنسپل ہوئے۔ یکم اگست ۱۹۶۳ء سے ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء تک گورنمنٹ بوائز کالج سٹیلائٹ ٹاؤن گجرانوالہ کے آٹھویں پرنسپل ہوئے۔[۳] ۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء سے ۵ جون ۱۹۶۵ء تک گورنمنٹ ممتاز کالج خیرپور میرس کے پرنسپل رہے۔[۴] ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۸ء تک گورنمنٹ کالج نواب شاہ کے پرنسپل رہے۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۰ء تک پرنسپل گورنمنٹ کالج لاڑکانہ ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر کالج ایجوکیشن حیدر آباد مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں ڈائریکٹر ایجوکیشن حیدر آباد تقرر ہوا۔ ۷۳۔۱۹۷۲ء میں ڈپٹی سیکریٹری ایجوکیشن سندھ تعینات رہے اور ۷۸۔۱۹۷۴ء میں ڈائریکٹر نیشلائزیشن کراچی رہے اور تکمیل مدتِ ملازمت سے قبل رضاکارانہ سبک دوشی اختیار کی۔ ۱۹۸۵ء میں فالج کا حملہ ہوا بلڈ پریشر رہنے لگا بلڈ پریشر ۲۶۰ تک رہنے لگا تھا اسی مرض میں ۲ جون ۱۹۸۷ء کو حیدر آباد سندھ میں انتقال کیا اسی شہر میں نماز جنازہ و تدفین ہوئی اور ٹنڈو میر غلام حسین لطیف آباد یونٹ ۹ حیدر آباد کے قدیمی قبرستان میں تدفین ہوئی۔[۵]

شادی اور اولاد

ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی نے دو شادیاں کی تھیں پہلی شادی والد کی مرضی سے وٹے سٹے میں ہوئی لیکن رشتہ جاری نہ رہ سکا ان سے دو بیٹے ہوئے علاحدگی کے بعد دادا نے بیٹے کی جائیداد سے پوتوں کو حصہ ادا کر دیا۔ دوسری شادی قیام پاکستان سے صرف ۲۰ روز قبل ہوئی، دوسری اہلیہ سید قیصر جہاں عرف حسن بانو ان کے پی ایچ ڈی کے نگراں ڈاکٹر سید اعجاز حسین اعجاز کی بڑی صاحبزادی ہیں ڈاکٹر سید اعجاز حسین اٹھارہ کتابوں کے مصنف اور الہ آباد یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر نشین رہے ہیں۔[۶] دوسری بیوی سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

کل آٹھ اولاد ہوئیں ان میں چار بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں جن کے نام یہ ہیں: فیروز جاہ کاروانی، فرخندہ کاروانی، رخشندہ کاروانی، تابندہ کاروانی، تابندہ کاروانی (تیسری بیٹی کا تابندہ کم عمری میں انتقال کر گئی تھی چوتھی کا یہی نام رکھا۔) فرخ جاہ کاروانی، معظم جاہ کاروانی اور ڈاکٹر سکندر جاہ کاروانی۔ فیروز جاہ کاروانی امریکہ میں مقیم ہیں۔ فرخندہ کاروانی نے سماجی علوم میں ایم اے کیا تھا۔ چھے سال سرکاری طور پر ٹرینڈ ٹیچر رہی اور اب گھریلو خاتون کی ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں۔ رخشندہ کاروانی بھی ایم اے سماجی علوم ہیں اور بڑی بہن کے ساتھ چھے سال بہ طور ٹرینڈ ٹیچر سرکاری ملازمت کی، ان کے شوہر پروفیسر اسلم مہر مرحوم ٹنڈو جان محمد کالج میں پرنسپل تھے یہ آج کل بچوں کے ساتھ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ تابندہ کاروانی کا کم عمری ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ چوتھی بیٹی کا نام تیسری صاحبزادی کے نام پر تابندہ کاروانی رکھا۔ یہ ڈاکٹر کاروانی کی لاڈلی تھی، انھوں نے معمولی تعلیم حاصل کی، گھریلو خاتون تھیں حیدر آباد میں انتقال کیا۔ فرخ جاہ کاروانی سندھ ایریگیشن سے ریٹائرڈ ایکس این ہیں معظم جاہ کاروانی سندھ پولیس میں ڈی ایس پی ہیں اور آج کل کراچی میں تعنیات ہیں سب سے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر سکندر جاہ کاروانی ایم بی بی ایس ہیں اور کینیڈا میں سکونت پذیر ہیں۔

کاروانیؔ کے حلقۂ احباب میں اے کے بروہی، حیدر بخش جتوئی، ڈاکٹر غلام مصطفی خاں شامل، فیروز یوسف خان اور الیاس عشقی شامل تھے جب کہ شاگردوں میں سید احد یوسف، کے بی رند، آفتاب شیخ، سید شاہد حسین، منظر اکبر، شہزاد و شیخ، سید محمود رضوی، فیروز ناطق خسرو بدایونی وغیرہم نمایاں ہیں۔ انھیں اردو، فارسی، سندھی اور انگریزی پر عبور تھا اگرچہ مادری زبان اردو نہ تھی اس کے باوجود بیشتر کام اردو میں کرتے تھے اردو میں خطوط ارسال کیا کرتے تھے ان کا یہ معمول اعلیٰ سرکاری ملازمت تک رہا البتہ غصے کے لیے بدیسی زبان کا استعمال کیا کرتے تھے۔ کم گو مگر روادری کے قائل تھے خود سنی العقیدہ تھے گھر پر عرس کی محفل سجاتے تھے۔ باغ بانیؔ کا حد درجہ شوق تھا جہاں ذرا خالی زمین میسر آئی وہاں باغ بانی کا کام شروع کر دیتے اور اسے گل و گلزار بنا کر دم لیتے تھے۔ پہلی بیوی سے علاحدگی کے سبب دونوں بیٹوں نے بھی قطع تعلق رکھا مگر کاروانیؔ کی جانب سے ولدیت کے حق سے محروم نہیں کیا گیا۔ ایک موقع پر بڑے صاحبزادے کو والد کے دست خط کی ضرورت پیش آئی تو کاروانیؔ نے دست خط کیے اور بھرپور تعاون کیا پہلی بیوی سے چھوٹا صاحبزادہ ان کی میت میں شریک رہا۔ کاروانیؔ کو حیدر آباد میں بہ حیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیم ہیرا آباد میں سرکاری رہائش ملی۔ ۱۹۷۱ء میں لطیف آباد یونٹ نمبر ۶ میں چھے سو گز کا ذاتی مکان حاصل کر لیا جب ڈپٹی سیکریٹری تعلیم حکومت سندھ مقرر ہوئے تو اہل خانہ یہیں سکونت پذیر رہے اور یہ ہاتھ آئی لینڈ میں سرکاری بنگلہ لینے کے بجائے ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے جہاں یہ اپنا کھانا خود بناتے تھے۔ بھٹو دور میں ڈائریکٹر نیشنلائزین مقرر کیا تو کالجوں کو قومیانے کا فیصلہ میرٹ پر کرتے تھے اگر کسی کا کوئی جائز کام ہوتا تو وہ ضرور کرتے مگر رشوت کے پیسے اور مٹھائی کبھی قبول نہیں کرتے تھے جو آتا تھا اسے دروازے ہی لوٹا دیتے ہیں۔ رنگت سانولی تھی عموماً سفید جینز اور کاٹن کی شرٹ پہنا تھا۔ کاروانی کو انگریز دور میں بغاوت کے جرم میں قید بھی رکھا گیا ہیں۔[۷]

تصانیف و ادبی کام

ان کی اولین تصنیف ''اقبال کا فلسفہ خودی'' ہے یہ تصنیف دراصل پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے انھوں نے کتابی شکل دی۔ ۲۵۲ صفحات پر مشتمل یہ تصنیف اردو اکیڈمی سندھ کراچی سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ کاروانیؔ ماہ نامہ ''شعاعِ اردو'' کراچی کے مدیر مسؤل تھے۔ ان کے مضامین ''شعاعِ اردو'' اور گورنمنٹ کالج حیدر آباد کے مجلے ''پھلیلی'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہ نامہ ''شعاعِ اردو'' کراچی میں ان کی نگارشات نظم و نثر میں ''سوویت یونین میں تعلیم''،[۷] ''رفتارِ واقعات''[۸] ''پاشا محمودہ''،[۹] ''افکارِ پریشاں''[۱۰] اور ''پھلیلی'' میں ''اقبال اور رومی''[۱۱] دیکھنے کو ملے ہیں۔

محمودہ رضویہ علامہ نیاز فتح پوری کے تلامذہ میں سے ہیں۔ کاروانیؔ نے ان کی تصانیف ''دردانہ''[۱۲]، ''لالہ زار''[۱۳]، ''سوز و ساز''[۱۴]، ''نامہ تہذید''[۱۵] ''ارمغاں''[۱۶] ''کہکشاں''[۱۷] کو بالترتیب ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۲ء، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء اور مئی ۱۹۴۳ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی سے شائع کیں۔ ''دردانہ'' اور ''لالہ زار'' تصانیف ادبی مضامین پر مشتمل مجموعے ہیں۔ کاروانیؔ ''لالہ زار'' کے پیش نامے میں لکھتے ہیں:

''۔۔۔ادیبہ محترمہ محمودہ رضویہ صاحبہ کے چند ادبی مضامین کا مجموعہ بصورت ''دردانہ'' ابھی شائع کیا ہی تھا کہ قبولِ عام و خاص کی بوچھار شروع ہو گئی۔ زمانے نے پورے طور سے قدر کی۔ قابل مصنفہ کی قابلیت، لیاقت، بلند پروازی، پاکیزہ بیانی اور پختہ و شستہ زبانی کو سراہنے کے ساتھ ساتھ نقادوں نے مجھ ہیچ داں کو بھی ادب پروری کا تمغا عطا کیا۔ میری خود غرضی جو کہ پہلے کم نہ تھی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے محترمہ کے دیگر ادبی مضامین کو بصورت ''لالہ زار'' شائع کرنے کا تہیہ کر لیا۔''[۱۸]

گورنمنٹ کالج حیدر آباد] سندھ [کے سہ لسانی مجلے ''پھلیلی'' کے شعبہ اردو کے مدیر رہے ہیں۔[۱۹] سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ حیدر آباد] اب جام شورو [کا قیام عمل میں آیا تو بورڈ کی پہلی کلاس کے لیے اردو درسی کتاب کی نظر ثانی پینل میں نام سر فہرست تھا۔[۲۰]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2 (2024)

بہ طورِ صحافی

کاروانیؔ نے بہ طورِ صحافی اُس وقت ادبی صحافت کا آغاز کیا جب برصغیر تقسیم ہوا تھا نہ پاکستان معرض وجود میں آیا انھوں نے کراچی سے ایک ماہ نامہ ''شعاعِ اردو'' کے نام سے جاری کیا اس کے دستیاب قدیم ترین شمارے پر سالِ اشاعت اگست ۱۹۴۲ء درج ہے۔ ''شعاعِ اردو'' سندھ کا واحد ادبی ماہ نامہ تھا اور اسے محکمۂ تعلیم حکومت سندھ کا منظور کردہ تھا۔ ۲۱ یہ رسالہ ۱۹۴۹ء تک کراچی سے بڑی آن شان سے جاری رہا اس رسالے میں بیشتر نگارشات خواتین سے متعلق ہوتی تھیں بعد ازاں جب اِس کی اشاعت جاری رکھنا ممکن نہ ہوا تو اسے کراچی سے الہ آباد منتقل کر دیا گیا جہاں کاروانیؔ کے سسر اور استاد پروفیسر ڈاکٹر سید اعجاز حسین اعجازؔ نے جنوری ۱۹۴۸ء میں اس کی ادارت سنبھال کر ''کارواں'' کے نام سے جاری کر دیا۔ ''شعاع اردو'' اور ''کارواں'' دونوں کے صفحات کی تعداد ۵۶ مقرر تھی۔ کارواں میں قلم کاروں میں اردو کے نامور ادیب شامل تھے۔ ۲۲

شعاع اردو کے صفحات ابتدا میں ۶۴ ہوتے تھے جون ۴۴ میں ۳۲ رہ گئے۔ قارئین کی جانب سے رسالے کے نام کو ناموزوں کہا گیا تو کاروانیؔ نے تجویز پیش کی اگر قارئین پسند کریں تو جولائی کے شمارے سے اس کا نام ''دوشیزہ'' کر دیا جائے گا۔ ۲۳ مجلہ ''کہکشاں'' انجمن ترقی اردو پاکستان کے زیر انتظام شائع ہوتا رہا ہے اس کی مدیر محمودہ رضویہ ہیں جب کہ کاروانی ان کے بہ طورِ ناشر شریک کار رہے ہیں۔ ۲۴ کاروانیؔ جب وہ ۱۹۶۵ء میں گورنمنٹ ممتاز کالج خیر پور میرس سندھ کے پرنسپل تھے اُس وقت وہاں سے سہ لسانی مجلہ ''المیرواہ'' جاری ہوا جس کے سرپرست تھے۔ ۲۵

بہ طورِ نثر نگار

کاروانیؔ نے مختلف موضوعات پر متعدد مضامین لکھے ہیں جس میں اُن کے اُسلوبِ نگارش کا معلوم ہوتا ہے، انھوں نے متعدد مضامین لکھے ہیں، وسط ایشائی ریاستوں کا مطالعہ اچھا تھا جس کی مثال ان کے مضامین ''سوویت اشتراکی جمہوری ریاستوں کا وفاق'' ۲۶ اور ''پاشا محمودہ'' ہے۔ پاشا محمودہ وسطی ایشائی ریاست اُزبکستان کی ایک غریب کسان کی لڑکی ہے جس کا باپ اپنی محنت کے سبب ملک بھر میں ریکارڈ کپاس پیدا کرتا ہے یہ لڑکی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتی ہوئی پہلے شہر پھر ملک کی نائب صدارت تک پہنچتی ہے۔ ۲۰ سال جیسی کم عمری سے شروع ہونے والا محمودہ کا عوامی خدمت کا سفر اُسے عوام میں مقبول بنا دیتا ہے اور وہ عوامی خدمت کے کاموں کے ساتھ ساتھ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے خصوصی کام کرتی ہے۔ اس مضمون کی نثر کا ایک ٹکڑا ملاحظہ کیجیے:

''پاشا محمودہ سوویت ازبکستان کے طول و عرض میں ''ہماری پاشا'' کے محبوب نام سے مشہور ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ملک بھر میں جو عزت واحترام اس اٹھائیس سالہ لڑکی کو حاصل ہے اور کسی کو میسر نہیں یہاں تک کہ جن لوگوں کو اس سے ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا وہ بھی جب اُس کا ذکر کرتے ہیں تو اُن کے چہروں پر فخر و مسرت کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے ایسے محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کہ پاشا محمودہ اُنھیں کی لختِ جگر ہو، یہ ہونا بھی چاہیے۔ کیوں کہ اُزبکستان کا ہر شہری یہ جانتا ہے کہ واقفیت ہو یا نہ ہو جب بھی کوئی شہری اُس سے ملنے جائے گا وہ محبت و تپاک سے ملے گی اور ہر طرح مدد کرے گی۔'' ۲۷

بہ طورِ محقق

کاروانیؔ کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں میں ایک پہلو محقق کا ہے تحقیق کا شوق ہی انھیں سندھ سے الہ آباد یونی ورسٹی لے گیا۔ وہاں انھوں نے پی ایچ ڈی اردو میں داخلہ لیا اور اقبالیات کے موضوع پر تحقیق کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

''نظریاتِ اقبال پر اِس نقطۂ نظر سے چونکہ پہلے زیادہ کام نہیں ہوا ہے لہٰذا مجھے مواد جمع کرنے اور اُسے ترتیب دینے میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں فلسفیانہ اصطلاحات کی غیر موجودگی کے باعث بیان کی دقتیں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ تاہم میری یہ خواہش تھی کہ اقبال کا فلسفۂ خودی، اُس کے ماخذ اور مقاصد ایک واضح صورت میں پیش کر دوں۔'' ۲۸

ایک محقق کس جانفشانی سے کام کرتا ہے اس کا ادراک صرف دو خوبی کے حامل کر سکتے ہیں ایک وہ جو اِن مراحل سے گزر چکا ہے یا گزر رہا ہو، دوسرا جو وہ مشاہدہ کار ہو، نگراں مقالہ سید اعجاز حسین اعجازؔ کاروانیؔ کے متعلق لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

اب پاکستان کا قیام ظہور میں آچکا تھا اور ان کی ملازمت کا سلسلہ بھی قائم تھا مگر ساری دقتوں کے باوجود وہ الہ آباد آتے رہے اور اس محنت سے کام کرتے رہے کہ میں خود نہیں کر سکتا تھا، گرمی وہ بھی الہ آباد کی گرمی مگر وہ موسم کی بے رحمی کا جواب اپنی عرق ریزی سے دیتے تھے، میز پر بیٹھے ہوئے پسینے میں تر دکھائی دیتے، قلم و دماغ اپنا کام کرتے رہتے، ایسا معلوم ہوتا جتنا یہ پسینہ نکلتا ہے اتنا ہی یہ تازگی محسوس کرتے ہیں غرض اسی عالم میں مقابلہ جو نہایت مقبول ہوا اور وہ ڈاکٹر ہو گئے۔۲۹

بہ طورِ اقبال شناس

کاروانی کو اعزاز حاصل ہے کہ یہ پاکستان کے اولین محققین میں سے ہیں اور ان کی تحقیق و تخصص کا میدان اقبالیات ہے اس سلسلے میں وہ رقم طراز ہیں:

''میں اقبال سے ۱۹۳۵ء میں غائبانہ خطور پر متعارف ہوا تھا لیکن متاثر نہ ہو سکا۔''۳۰

اور جب انھیں مسلسل پڑھنا شروع کیا تو قاری سے شارح اقبال تک سفر طے کیا۔ اس سلسلے میں ان کی پی ایچ ڈی کی نگراں سید اعجاز حسین اعجاز لکھتے ہیں:

''کاروانی صاحب کی قابلیت و خصوصیات کا اندازہ مجھے پہلے ہی سے تھا اب قریب سے دیکھا تو محسوس ہوا کہ ان کی قابلیت کا سکہ میرے دل پر غلط نہ تھا، ان کا موضوع مقالہ ''اقبال کی شاعری اور اس کا ماخذ'' اس ضمن میں ان کی معلومات میری معلومات سے کچھ کم نہ تھیں، رہ نمائی میں زحمت زیادہ نہ ہوئی، مشورہ وہ ضرور کر لیتے تھے مگر اسی درجے کے اور طالب علموں کی طرح نہیں، صرف خیال کی تنظیم و عبارت و بواب کی ترتیب پر کچھ بتانا پڑتا تھا۔''۳۱

بہ طور ریسرچ اسکالر الہ آباد یونی ورسٹی پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا اور ''اقبال کا فلسفۂ خودی'' کے موضوع پر مقالہ تخلیق کیا۔ اس مقالے کو کاروانی نے آٹھ ابواب میں اس طرح تقسیم کیا ہے: ''سوانح، تصانیف اور ذہنی ارتقا''، ''خودی بحیثیت مرکزی خیال''، ''فلسفۂ خودی''، ''خودی کا استحکام''، ''فلسفۂ خودی کے ماخذ''، ''فلسفۂ خودی کا مقصد''، ''حرفِ آخر'' اور ''کتابیہ''۔ اِن ابواب کو ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں چند باتیں ہیں، دوسرا باب ''سوانح، تصانیف اور ذہنی ارتقا'' میں سات موضوع ''حالاتِ زندگی، عادات و خصائل، ارتقائے تخیل، پہلا دور، دوسرا دور، تیسرا دور، دور کی خصوصیات'' پر ہے۔ تیسرا باب ''خودی بحیثیت مرکزی خیال'' پر ہے۔ چوتھا باب ''فلسفۂ خودی'' میں ''خودی کے اجزائے ترکیبی، انتہائی خودی، انتہائی خودی کے اوصاف، خالقیت، ابدیت اور اقسام وقت، علمیت، قدرت مطلقہ، تخلیق اور انتہائی خودی، مادہ، حیات، شعور، زندگی اور انسان، اثبات انا، انسان اور کائنات، مشاہدہ، فکر، وجد، محدود خودی کی خصوصیات، خود مرکزیت، خلوت پسندی، محدود خودی اور انتہائی خودی، بازیابی، جبر و اختیار اور خودی، خودی کے دورخ، کار گزار خودی، قدر افزا خودی، جنت، خودی اور لافانونیت، خودی اور موت، اقسام اعمال، عالم برزخ، رستخیز، بہشت اور دوزخ اور حیات بعد از موت پر ہے۔ پانچواں باب ''خودی کا استحکام'' میں خودی پرور اعمال، خود آگاہی، عمل، عشق، جرأت، فقر، رواداری، کسب حلال، تخلیق، آزادی، تسخیر کائنات، اشتراک عمل، خودی شکن اعمال، سوال، تقلید، غلامی، غداری و ضمیر فروشی، خوف اور نسب پرستی پر ہے۔ چھٹا باب ''فلسفۂ خودی کے ماخذ'' میں قرآن پاک، بھگوت گیتا، مولانا رومی، ابن سینا، امام غزالی، تھیوسوفی، نیٹشے، برگسان، ہیگل، آئن اسٹائن، ماخذ کا جائزہ، تصور خدا، انتہائی خودی کی محدودیت، انتہائی خودی اور علم، انتہائی خودی کا تخلیقی عمل، نظریۂ کائنات، ارتقائے عمل، ذرائع علم، مادہ، اقسام وقت، انسانی خودی، انسانی خودی اور تخلیق، انسانی خودی اور خدا، انسانی خودی اور لافانیت، عالم برزخ، جنت، بہشت اور دوزخ، جبر و اختیار، عشق، فقر اور بے غرض عمل، غلطی، نیکی اور بدی اور انسان کامل ہیں۔ ساتواں باب ''فلسفۂ خودی کا مقصد'' میں اسلامی مکاتیب، جبریہ، معتزلہ، اشاعرہ، تصوف، ہندو اور بت دھرم، مغرب اور مادیت، نئے معاشرے کی تشکیل، توحید، آئین مسلم، مرکز، حفظ تاریخ، نصب العین، غیر طبقاتی معاشرہ، اخلاقیات اور احترام اموات ہیں۔ آٹھویں باب میں پورے مقالے کو ''حرفِ آخر'' کے عنوان سے سمیٹا گیا ہے۔ آخر میں ''کتابیہ'' میں حوالے وغیرہم درج کیے ہیں۔

اس مقالے کے ذریعے کاروانی نے اقبال کے ''فلسفۂ خودی'' کو اس تفصیل سے موضوع تحقیق بنایا ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا ذیلی عنوان باقی رہا ہو جسے احاطۂ تحریر میں نہ لایا ہو، صرف اس مقالے کی بنیاد پر کاروانی بہ طور اقبال شناس سامنے آتے ہیں اقبال کا فلسفہ ''خودی'' اقبالیات کا مرکز و محور ہے اور کاروانی نے بہ طور اقبال شناس اقبال کے ''فلسفۂ خودی'' خصوصیت و اہتمام کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ''اقبال اور رومی'' کے موضوع پر ایک مقالہ نما مضمون ''پھلیلی'' میں شائع ہوا ہے جس میں کاروانی نے فکرِ اقبال پر پیرِ رومی کے اثرات کو جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے یہاں کاروانی کا انداز توضیحی و تشریحی ہے۔۳۲

بہ طورِ شاعر

کاروانی کی ادبی شخصیت کے متعدد پہلوؤں میں ایک پہلو بہ طورِ شاعر ہے اس سلسلے میں کارواں تخلص اختیار کرتے تھے اور یہ تخلص اس قدر مقبول ہوا کہ کارواں سے کاروانی بن گیا۔ مخاطب انھیں ڈاکٹر کاروانی، کاروانی صاحب، اے جے کاروانی، آصف جاہ کاروانی کے نام سے پکارنے لگے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین اعجاز نے کاروانی سے ''شعاع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol. 8, No.2 (2024)

اردو“ لے کر الہ آباد منتقل کیا اور اس کا نام مدیر کے نام پر ”کارواں“ کر دیا۔۳۳ مدیر ”شعاعِ اردو“ کو اس سے بہتر اور کیا خراجِ عقیدت پیش کیا جا سکتا ہے کہ مجلے کو مدیر سے منسوب کر دیا۔ کاروانیؔ کے کلام کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس دشت کی سیّاحی میں نوآموز نہیں کہنہ مشق ہیں ان کا مشاہدہ، مطالعہ، تجربہ، تعقل اور احساسات کا ایک جہاں ان کی شاعری میں پنہاں ہے شاعر اگر اپنے کلام کی تشریح کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنے کلام کو محدود کر دیتا ہے ورنہ ہر قاری اپنے اپنے مطالعے سے امکانات کی ایک نئی دنیا کو تلاش کرتا ہے یہ معاملہ کلامِ کاروانیؔ کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ان کے کلام میں امکانات کا ایک کارواں رواں دواں نظر آتا ہے جس میں قاری مسلسل گامزن رہتا ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ کیجیے:

افکارِ پریشاں

عشق جس دل کو جگا دے وہ کبھی سوتا نہیں! — اور خودداری کی دولت پھر کبھی کھوتا نہیں
غم غلط ہو جانے پر بھی غم غلط ہوتا نہیں — فتنہ یہ ایسا ہے جاگے تو کبھی سوتا نہیں
باغبان عقل یوں تو بو چکا پودے ہزار — بار آور ہو جو پودہ کبھی بوتا نہیں
ہو چکی آزاد روحِ ناتواں ادبار سے — سینہ جب تک پاک کبر و آز سے ہوتا نہیں
مخلصی مشعل ہو جس کی جستجوئے راز میں — تختۂ مشق ستم رہ کر بھی وہ روتا نہیں
یوں تو دنیا میں بہت ہیں ساز بھی مضراب بھی — دل کا نغمہ اور ہے سازوں میں وہ ہوتا نہیں
ان کے قدموں میں مری دنیا بھی ہے اور عقبیٰ بھی ہے
چھوڑ دوں دنیا و عقبیٰ مجھ سے یہ ہوتا نہیں!۳۴

افکارِ پریشاں

مسلکِ اہلِ تموّل سے ہٹا جاتا ہوں میں — سچ کے ”لاحاصل“ اُصولوں پر مٹا جاتا ہوں
امتیاز کفر و ایماں کا ہو جب سے شعور — خار بن کر چشم ”مومن“ میں چھپا جاتا ہوں
آشنا جب سے ہوا دل رازِ ہست و بود سے — ”خیر خواہوں“ کی نگاہوں سے گرا جاتا ہوں میں
یوں تو ہیں کچھ اور بھی تجھ میں ”ستاں“ ہندوستاں — آستانِ آدمیت پر مٹا جاتا ہوں میں
کس طرح اٹھے گا مجھ سے بار ”احسانات“ خویش — جب کہ بارِ زندگی سے ہی جھکا جاتا ہوں میں
ناخدائے زندگی! سنبھالیو کشتی کہ آج خود فراموشی کے دریا میں بہا جاتا ہوں میں
کارواںؔ اپنا تجھے خود سونپ کے رازِ حیات
اپنی ہر خواہش سے بالاتر ہوا جاتا ہوں میں۳۵

متذکرہ بالا تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کاروانیؔ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے جہدِ مسلسل کے ساتھ بھرپور زندگی گزاری ہے ان کی ادبی شخصیت کئی جہتوں پر مشتمل ہے اور ہر جہت دل چسپی کی حامل ہے۔ بہ طورِ مصنف، مؤلف، مدیر، محقق، شاعر اور اقبال شناس وقیع کام کیا ہے۔ کاروانیؔ اپنی اور دیگر اہل قلم کی تصانیف کو سامنے لائے، ادبی و تعلیمی مجلات کی خوش اُسلوبی سے ادارت کی، تحقیق کے لیے طویل مسافت اختیار کی، تنکا تنکا جمع کیا اور مسلسل مطالعے کے بعد ”خودی“ کے ذریعے فکرِ اقبال کا استفادۂ عام کے لیے پیش کیا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

یہاں ان کی ادبی شخصیت کے چند پہلوؤں کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے اور اس کی اہمیت ایک تلخیص کی ہے آج اگر اس موضوع پر تحقیقی جستجو نہ کی جاتی تو امکان تھا کہ مستقبل میں یہ نقوش بھی دھندلا جاتے۔ ضرورت اس امر ہے کہ کاروانی کو بہ طورِ شخصیت پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا جائے تاکہ امکانات کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور طالبانِ ادب کے لیے افادۂ عام کا سبب بنے۔

حوالہ وحواشی وتعلیقات:

۱۔ ص ۴۸۸، ''میری دنیا'' از اعجاز حسین اعجازؔ۔ الہ آباد۔ ۱۹۶۵ء۔

سید اعجاز حسین اعجازؔ (۱۸۹۸۔۱۹۷۵ء) ''مذہب و شاعری'' کے عنوان سے الہ آباد یونی ورسٹی سے ڈی لٹ جیسی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ اٹھارہ تصانیف ہیں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں: ''آئینہ معرفت (اردو شاعری پر تصوف کا اثر)، مختصر تاریخِ ادب، نئے ادبی رجحانات، مذہب اور شاعری، ملک ادب کے شہزادے، اردو ادب آزادی کے بعد، ادب اور ادیب، حیات سیدنا، ادبی ڈرامے، میری دنیا (آپ بیتی)، اردو شاعری کا سماجی پس منظر، انتخاب کلامِ آتش، انتخابِ کلامِ میر اور ہندی میں مہاکوی میرؔ، اکبر الہ آبادی، اردو ساہتیہ کا اتہاس، باغ و بہار اور پریم رس۔ دوستوں میں جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری، سید سجاد ظہیر، ڈاکٹر زیڈ اے احمد، آنند نرائن ملاؔ، آغا علی خاں، مجازؔ، سلام مچھلی شہری، علی سردار جعفری، مرزا جعفر حسین، شری کرشن داس اور امرت رائے وغیرہم ہیں جب کہ قابل ذکر شاگردوں میں جلیل قدوائی، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر حامد حسین بلگرامی، پروفیسر وقار عظیم، نورالحسن، جمیلہ فاروقی، رضیہ سجاد ظہیر، گیان چند، مصطفیٰ زیدی، بلونت سنگھ، ڈاکٹر آصف جاہ کاروانیؔ و دیگر شاگرد شامل ہیں۔

۲۔ اہلِ خانہ۔ ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کی دوسری اہلیہ سیدہ قیصر جہاں عرف حسن بانو بقید حیات ہیں اور کہسار میں اپنے دوسرے صاحبزادے کے ہاں رہائش پذیر ہیں۔ پیرانہ سالی اور عوارض کے سبب قوتِ گویائی سے محروم ہیں یادداشت بھی متاثر ہے۔ فیروز جاہ کاروانیؔ، رخشندہ کاروانی اور معظم کاروانی سے استفادہ کیا۔

۳۔ پرنسپل آفس بورڈ بذریعہ پروفیسر اعجاز الحق اعجازؔ، سابق صدر شعبہ حیوانیات گورنمنٹ کالج حیدرآباد۔

۴۔ پرنسپل آفس بورڈ (گیارھویں پرنسپل) گورنمنٹ ممتاز کالج خیرپور میرس سندھ۔

۵۔ کتبۂ قبر ڈاکٹر آصف جاہ کاروانیؔ ٹنڈو میر غلام حسین قبرستان یونٹ نمبر ۹، لطیف آباد، حیدرآباد۔

۶۔ خودنوشت ''میری دنیا'' اعجاز حسین اعجازؔ۔ الہ آباد۔ ۱۹۶۵ء۔

۷۔ ص ۳، اداریہ ''کہنے کی باتیں'' فروری تا اپریل ۱۹۴۶ء۔

۸۔ ص ۲، شعاع اردو، کراچی اگست ۱۹۴۴ء۔

۹۔ شعاع اردو، کراچی، ستمبر ۱۹۴۵ء۔

۱۰۔ ص ۲۴، شعاع اردو، ستمبر ۱۹۴۶ء۔

۱۱۔ ص ۵ تا ۱۶، مجلہ ''پھلیلی''، گورنمنٹ کالج حیدرآباد، ۱۹۵۵ء۔ ''پھلیلی''، گورنمنٹ کالج حیدرآباد سندھ کا مجلہ ہے سال دو سال اور تین سال میں نکلتا رہا ہے آخری شمارہ ۲۰۱۷ء میں جاری ہوا تھا۔ ۲۰۱۸ء میں کالج کو جامعہ کا درجہ دیا گیا اب یہ گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدرآباد ہے۔

۱۲۔ مرتبہ ایس۔ جی۔ کاروانی۔ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۴۲ء۔

۱۳۔ مرتبہ ایس۔ جی۔ کاروانی۔ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۴۲ء۔

۱۴۔ انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۴۲ء۔

۱۵۔ اسلامی افسانوں کا مجموعہ ۱۵ دسمبر انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۴۲ء۔

۱۶۔ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء۔

۱۷۔ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۴۳ء۔

۱۸۔ پیش نامہ ''لالہ زار'' از محمودہ رضویہ، مرتبہ: آصف جاہ کاروانی ایم۔ اے، کراچی، ۱۹۴۲ء۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8, No.2
(2024)

۱۹۔ مجلہ ''پھلیلی''،۱۹۵۵ء۔
۲۰۔ اردو کی پہلی کتاب، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، حیدر آباد، جنوری ۱۹۷۹ء۔
۲۱۔ شعاع اردو، اگست ۱۹۴۵ء۔
۲۲۔ ص ۲۱۱، ڈاکٹر اعجاز حسین۔ حیات اور کارنامے از ڈاکٹر سید علی حیدر، الہ آباد، ۱۹۸۳ء۔
۲۳۔ ص ۱۳ اداریہ ''کہنے کی باتیں'' فروری تا اپریل ۱۹۴۶ء۔
۲۴۔ ''کہکشاں'' از محمودہ رضویہ، آصف جاہ کاروانی، انجمن ترقی ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۱۹۴۳ء۔
۲۵۔ المیرواہ۔ ۶۵۔ ۱۹۶۴ء۔
۲۶۔ شعاع اردو، کراچی، ستمبر ۱۹۴۵ء۔
۲۷۔ پاشا محمودہ از کارواں آئیم۔ اے، ص ۱۸، شعاعِ اردو، کراچی، اکتوبر ۱۹۴۲ء۔
۲۸۔ ص ۱۳، ''اقبال کا فلسفۂ خودی'' اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۷۷ء۔
۲۹۔ ص ۴۸۸۔ میری دنیا۔
۳۰۔ ص ۲، ''اقبال کا فلسفۂ خودی'' اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۷۷ء۔
۳۱۔ ص ۴۸۸۔ میری دنیا۔
۳۲۔ ص ۵ تا ۱۶، مجلہ ''پھلیلی''، گورنمنٹ کالج حیدر آباد، ۱۹۵۵ء۔
۳۳۔ ص ۲۱۱، ڈاکٹر اعجاز حسین۔ حیات اور کارنامے از ڈاکٹر سید علی حیدر، الہ آباد، ۱۹۸۳ء۔
۳۴۔ ص ۴۴، شعاع اردو، کراچی، مئی و جون ۱۹۴۴ء۔
۳۵۔ ص ۲۴، شعاع اردو، ستمبر ۱۹۴۶ء۔

انٹرویو:

اہل خانہ (صاحبزادی: رخشندہ کاروانی، صاحبزادہ معظم جاہ کاروانی)۔
پروفیسر ڈاکٹر خالد راجپوت، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج حیدر آباد (گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد)۔
پروفیسر ڈاکٹر اقلیم حیدر، سابق صدر شعبہ کیمیا گورنمنٹ کالج حیدر آباد (گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدر آباد)۔
پروفیسر ناظم علی خان ماتلوی سابق ماہرِ مضمون اردو سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو۔

ویب گاہ:

ریختہ (www.rekhta.org)
ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کا مقالہ/کتاب بہ عنوان ''اقبال کا فلسفۂ خودی'' ماہ نامہ ''شعاع اردو'' کراچی، محمودہ رضویہ کی تصانیف، ڈاکٹر اعجاز حسین اعجاز کی تصانیف ریختہ کی ویب گاہ پر موجود ہے۔